OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI(AIOU)
ISSN (Print): 1992-855
http://www.aiou.edu.pk/sab/mi/index.asp
www.iri.aiou.edu.pk

علماء تصوف و سلوک کی نصوص دینیہ میں تاویلات کا ایک جائزہ

Interpretation of scriptures by *sufi* scholars; (an analytical view)

***عبدالوہاب جان**
لیکچرار شعبہ عقیدہ و فلسفہ، کلیہ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ABSTRACT

In this paper, it has been evaluated that religious scholars of *Islam* has made positive efforts about religious Sufism/spiritualism which has resulted in positively. But some the sects from Muslim *Ummah* have made interpretations of religious texts about their own wish and will. Some of the Sufi saints were also affected by this approach. Therefore, the religious scholars have set some conditions and if the interpretations will not qualify for the set standard conditions, these will be misleading and hence will be rejected.

Key words: interpretations, religious texts, *Sufi* saints, exterior meanings, interior meanings.

تمہید

قرآن کریم کے نزول کے بعد اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے ارشاد بر حق ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ [1]

ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اسی حفاظت کی ذمہ داری کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کریم ہر قسم کی تحریف و تاویل سے پاک ہے، جو سابقہ الہامی کتابوں میں ہوتی رہی۔ لیکن امت کے بعض گمراہ لوگوں نے قرآن کریم کی متشابہ آیات کے معانی کی تفسیر و تاویل کو اپنی مرضی کے مطابق کوشش کی ہے، جس کی قرآن کریم نے تنبیہ کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ [2]

وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہے اور بعض متشابہ آیتیں ہیں۔ پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لیے، حالاں کہ ان کے حقیقی مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاچکے، یہ ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل مند حاصل کرتے ہیں۔

محکمات سے مراد وہ آیات ہیں جن میں اوامر و نواہی، احکام و مسائل اور قصص و حکایات ہیں، جن کا مفہوم واضح اور اٹل ہے اور ان کے سمجھنے میں کسی کو اشکال پیش نہیں آتا۔ اس کے برعکس آیات متشابہات ہیں مثلا اللہ کی ہستی، قضا و قدر وغیرہ

یعنی ماوراءِ عقل حقائق ہیں جس کی حقیقت سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہو یا ان میں ایسی تاویل کی گنجائش ہو یا کم از کم ایسا ابہام ہو جس سے عوام کو گمراہی میں ڈالنا ممکن ہو۔ اسی لئے آیتِ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے وہ آیات متشابہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کے ذریعے سے فتنے برپا کرتے ہیں۔

صحیح العقیدہ مسلمان محکمات پر عمل کرتے ہیں اور متشابہات کے مفہوم کو بھی محکمات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کیوں کہ قرآن نے انہی کو "اصل کتاب" قرار دیا ہے جس سے وہ فتنے سے بھی محفوظ رہتا ہے اور عقائد کی گمراہی سے بھی۔ اس سلسلے میں صوفیاء کرام نے بھی قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر اور تاویل کی ہے اس میں بعض جو اہلِ علم و معرفت ہیں ان کی تاویلات پر اہل سنت والجماعت کے اکثریت علماء معترض نہیں ہیں۔ صوفیاء کی تاویلات اور تفسیر ایک خدمت تو شمار کی جاسکتی ہے لیکن ان کی یہ خدمت تفسیرِ قرآن کی خدمت کے زمرے میں شامل نہیں بلکہ صوفیانہ ذوق اور علم باطن کی وضاحت مقصود تھی۔

نیکلسون[3] کہتے ہیں کہ صوفیاء نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے قرآن کریم کی بعض آیات کی تاویل کی ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت کا مخفی اور باطنی معنی ہوتا ہے، جسے اولیاء کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔[4]

صوفیاء کے نزدیک ایسی نصوص جس میں تشبیہ ہے۔ ان کے معانی مخفی ہیں اور عام شخص ان کے معانی تک رسائی نہیں رکھتا سوائے اس کے جس کو معرفت الٰہی حاصل ہو۔ اور اس کے حوالے سے عام مؤمنین کے لیے چاہیے کہ ان کے فہم سے عاجز ہونے کے اعتراف کے ساتھ اسکی تصدیق کریں اور ان کو اہلِ معرفت کے حوالہ کردیں۔

امام غزالیؒ تاویل سے توقف کرتے ہیں، فرماتے ہیں جب کوئی حتمی دلیل مجازی معنی پر دلالت کرنے والی نہ ملے مثلاً: قیامت کے دن اعمال کے لیے لفظ (وزن) کا استعمال، تو کیا یہ مقدارِ عمل کی تعرف ہے؟ یا پھر صحیفہ ہیں؟ پس ان میں سے کسی معنی پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے[5].

تاویل کے مسئلے میں ظاہر اور باطن کا اختلاف ہے۔ اہلِ ظاہر اوہام اور گمراہی سے بچنے پر یقین رکھتے ہیں جب کہ اہلِ باطن شریعت کی روح کی خوشبو سے اپنے آپ کو معطر رکھتے ہیں اور ان کی نظریں دین کے گہرے امور پر ہوتی ہیں جس سے اکثر لوگ غافل رہتے ہیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اہلِ ظاہر نے علوم شریعہ کی حفاظت کی ہے اور عرق ریزی سے ثقافتی جدوجہد کی ہے اسی طرح اہلِ باطن نے دینی حمیت کو بھی پروان چڑھایا اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگی کے روحانی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا، جس سے دین اسلام کی معنوی تقویت ہوئی۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ علم شریعت ایک ہی ہے۔ یہ ایک ایسا اسم ہے جو دو معنوں کو جمع کرتا ہے یعنی روایت اور درایت، جب یہ دونوں جمع ہو جاتے ہیں تو یہ علم شریعت کہلاتا ہے اور یہ ظاہری اور باطنی اعمال کی طرف ایک دعوت ہے۔

اعمال ظاہرہ کیا ہوتے ہیں؟ یہ وہ اعمال ہیں جو اعضاء ظاہرہ سے صادر ہوتے ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد اور اسی طرح احکام جیسے حدود، طلاق اور میراث وغیرہ جب کہ باطنی اعمال وہ اعمال ہیں جن کا تعلق دل سے ہو جیسے تصدیقی کیفیت، اخلاص، مقامات اور احوال وغیرہ۔ ظاہری اور باطنی اعمال پر عمل کرنے کے لیے ایک علم اور فقہ ہوتا ہے۔ اسکے لیے ایک بیان اور فہم ہے اور ان میں سے ہر ایک کی درستگی پر آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں۔ اسی وجہ سے باطنی معنی کے صحیح ہونے کے لیے علماء نے دو بنیادی شرطیں رکھی ہیں:

ا۔ عربی زبان کے جو ظاہری تقاضے ہوں اس کو پورا کرے اور عربیت کے مقاصد کے مطابق ہو۔

ب۔ اس پر کوئی عام نقلی اور عقلی دلیل موجود ہو، جو ظاہری طور پر بغیر کسی تضاد کے اس کی صحت پر دلالت کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً [6]

اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔

ظاہری نعمت یہ ہے کہ جس کا ادراک عقل، حواس وغیرہ سے ممکن ہو اور باطنی نعمت وہ ہے جس کا ادراک واحساس انسان کو نہیں، یہ دونوں قسم کی نعمتیں اتنی ہیں کہ انسان ان کو شمار بھی نہیں کر سکتا۔ بالفاظ دیگر ظاہری نعمت یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ظاہری اعضاء پر نیک اعمال اور اطاعت کی وجہ سے بطور انعام توفیق دی ہے جبکہ باطنی نعمت وہ ہے جس کا اللہ رب العزت نے دل میں تصدیق اور احوال و مقامات کی صورت میں انعام کیا ہے۔

صوفیاء کے مشہور عالم امام طوس [7] سے ایک قابل قدر قول منقول ہے، کہتے ہیں کہ:

"ظاہر، باطن سے مستغنی نہیں ہے اور نہ ہی باطن ظاہر سے۔" [8]

کیوں کہ اسلام میں اہلِ باطن اور اہلِ ظاہر کا کوئی وجود نہیں، بلکہ اسلام ظاہر اور باطن کے اجتماع کا نام ہے اس لئے تنبیہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے سنت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم کیا ہے، اور راسخ العقیدہ علماء جو نصوص سے استنباط کی قدرت اور طاقت رکھتے ہوں سے رہنمائی کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ [9]

اگر یہ لوگ اسے رسول اللہ ﷺ کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔

صوفیاء کے نصوص کے کچھ تاویلات کا ایک جائزہ

صوفیاء کے کچھ تاویلات بطور نمونہ درج ذیل سطور میں پیش کر رہے ہیں:

1: مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ طوسی استنباط کے معنی کو ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"علم مستنبط علم باطن ہے اور یہ اہلِ تصوف کا علم ہے کیوں کہ وہی قرآن وحدیث وغیرہ سے استنباط کر سکتے ہیں"۔ [10]

علامہ طوسی کے "علم مستنبط علم باطن ہی ہے"، سے اختلاف ممکن ہے کیوں کہ احکام فقہیہ کو اخذ کرنا ہی استنباط کہلاتا ہے اور طوسی صاحب جو کہتے ہیں اس نے کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی ہے، نہ لغت سے اور نہ کوئی عام نص دینی سے اور نہ عقل سے۔

2۔ علامہ کاشانی [11] کی تاویل:

کاشانی صاحب نے ان آیت کریمہ کی تاویل اپنے صوفیانہ مذاق کے مطابق کی ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ (13) إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ (14) قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ (15) قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ (16) وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ [12]

ترجمہ: آپ ان کے سامنے ایک مثال (یعنی ایک) بستی والوں کی مثال (اس وقت کا) بیان کیجیے جب کہ اس بستی میں (کئی) رسول آئے جب ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے (اول) دونوں کو جھٹلایا، پھر ہم نے تیسرے سے تائید کی، سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم نرالے جھوٹ بولتے ہو، ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہماری ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

پس یہ آیات اپنے ظاہری معنی پر محمول ہیں، یہ بطور عبرت اتری ہیں اور ان میں اصحاب قریہ کی خطاؤں اور گمراہیوں کی خبریں ہیں اور ان میں تین رسولوں کا بھی ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف بھیجا اور ان لوگوں نے ان رسولوں کو جھٹلایا، لیکن بعض اہلِ تصوف جیسا کہ کاشانی صاحب وغیرہ کا گمان ہے کہ ان کے معنی خفی اور پوشیدہ ہیں ان کے نزدیک قریہ کا معنی جسم ہے اور جو تین رسولوں کا ذکر ہے ان سے مراد روح، عقل اور دل ہیں، یہ تاویل بالکل ناقابل قبول ہے کیوں کہ یہ مجازی تاویل ہے، نہ اس پر کوئی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی قرینہ۔

3۔ بعض صوفیاء جو کہ اہل معرفت ہوتے ہیں اور وہ علم شریعت اور طریقت دونوں سے باخبر ہوتے ہیں ان کا قرآن کریم کے ساتھ ایک خاص اہتمام رہا ہے جیسے ابوطالب المکی[13] فرماتے ہیں کہ:

"لایکون المرید مریدا، حتی یجد فی القرآن کل ما یرید۔"

"مرید اس وقت صحیح مرید نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنی چاہت کو قرآن کریم میں نہ پائے۔"[14]

جو مقبول تاویلات ہیں ان میں سے سہل تستری 15 کی یہ تاویل علماء نے قبول کی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بارے میں بتاتا ہے کہ:

فَلَا تَجۡعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ[16]

پس کسی کو خدا کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے ہو۔

سہل تستری کے مطابق (انداداً) سے مراد (اضداد) مخالف/دشمن ہیں۔ اور بڑے اضداد نفس امّارہ ہے جو برائی کی طرف راغب کرتا ہے۔ تو یہ تاویل قابل قبول ہے کیوں کہ اگر اس کی تفصیل بیان کریں تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ نہ بتوں کو، نہ شیاطین کو، نہ ہی نفس کو وغیرہ وغیرہ۔ باوجودیکہ نفس کی پوجا نہیں کی جاتی لیکن اطاعت کی جاتی ہے اور بات مانی جاتی ہے۔ پس ممکن ہے کہ اس تفسیر کی درستگی پر علماء کا اظہارِ اطمینان ہو۔

4۔ جو غلط تاویلات ہیں ان میں سے ابن الجوزی[17] نے چند جمع کی ہیں جو مندرجہ ذیل سطور میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں:

ا۔ ارشاد باری تعالیٰ:

سَنُقۡرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰٓ[18]

ہم تجھے پڑھائیں گے پھر تو نہ بھولے گا۔

حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو آپ ﷺ اسے جلدی جلدی پڑھتے تاکہ بھول نہ جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس طرح جلدی نہ کریں نازل شدہ وحی ہم آپ کو پڑھوائیں گے پس آپ اسے بھولیں گے نہیں، لیکن جنید بغدادی[19] صاحب نے اس کی ایک اور تاویل کی ہے کہ "اس پر عمل کرنا نہ بھولیں گے"، ابن الجوزی اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ تفسیر صحیح نہیں ہے کیوں کہ جنید صاحب نے اس کو "نہی" مراد لئے ہیں حالاں کہ یہ "خبر" کے معنی میں ہیں جس کے معنی بنتے ہیں "فما تنسی" "تو نہ بھولے گا، آپ کی یہ تفسیر مفسرین کے اجماع کے خلاف ہے۔[20]

ب۔ ابن الجوزی سورت فاتحہ کی تاویلات کرنے والوں پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن السلمی[21] نے حقائق التفسیر نامی دو جلدوں پر مشتمل قرآن کریم کی تفسیر کی ہے۔ جو زیادہ تر اباطیل پر مشتمل ہے اور صحیح سمت پر نہیں ہے سورت فاتحہ کے بارے میں کہتے ہیں: "کہ اس کو فاتحۃ الکتاب اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس سے ہمارے خطاب کی ابتداء ہے اگر تم نے اس کے ساتھ ادب سے کام نہ لیا تو اس کے بعد کے لطائف سے محروم رہے گا۔"

ابن الجوزی اس پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بہت نامناسب تفسیر ہے کیوں کہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سورۃ فاتحہ پہلی نازل شدہ سورت نہیں۔[22]

ج۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا[23]

جو اس میں داخل ہو گا امن والا ہو گا۔

نوری[24] اس کا کوئی اور تاویل کرتے ہیں کہتے ہیں "کہ جو اپنے آپ کو یعنی اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور شیطانی وساوس سے بچے"، اس پر ابن الجوزی رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں انتہائی قباحت ہے کیوں کہ آیت کا جو لفظ ہے وہ خبر کے معنی میں ہے اور اس کا مطلب (مقدار ہے) مطلب یہ ہے کہ جو بھی حرم میں داخل ہوا اس کو امن ہے دوسری بات یہ ہے کہ حرم میں کتنے لوگ داخل ہوتے ہیں، نہ ہی وہ ہوا جس سے پاک ہوتے ہیں اور نہ ہی وہ وساوس سے مامون ہوتے ہیں۔[25]

5۔ جس طرح صوفیاء نے قرآن کریم کی آیات میں تاویلات کی ہیں۔ اس طرح احادیث مبارکہ کے ساتھ بھی یہی وتیرہ رہا ہے، انہوں نے اپنی مزاج کے مطابق تاویلات کی ہیں مثلا :

ا۔ بعض صوفیاء نے تو حدیث کے معاملے میں بہت لاپرواہی کی ہے، جیسے ابو تراب النخشبی[26] سے روایت کی جاتی ہے کہ اس نے امام احمد بن حنبلؒ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ فلاں راوی ضعیف ہے اور فلاں ثقہ ہے تو ابو تراب نے کہا اے شیخ ! علماء کی غیبت نہ کیا کرو، اس کی طرف امام احمد متوجہ ہوا اور فرمایا ! " تجھ پر افسوس ہے یہ نصیحت ہے غیبت نہیں .

امام احمد اس کا سخت لہجے میں مذمت بھی کر سکتے تھے لیکن وہ اس وقت کے اکابر علماء میں سے تھے اس لئے بردباری سے علمی جواب دیا۔

ب۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم[27] ایک مرتبہ شاگردوں کو جرح و تعدیل کے بارے میں پڑھا رہے تھے اور بعض راویوں کے بارے میں ثقہ اور عدم ثقہ کی پہچان کروا رہے تھے کہ مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک صوفی (ابو یوسف بن الحسین[28] بیٹھا ہوا تھا) نے کہا اے استاذ ! مجھے آپ پر بہت افسوس ہوا کہ ان بزرگوں نے سو سال یا دو سو سال جنت کا سفر طے کیا اور آپ ان کے روئے زمین پر تحقیر اور غیبت کر رہے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ابو حاتم اس صوفی سے کچھ آگے نکلا، روتے ہوئے جواب دیا کہ اے ابو یعقوب ! اگر میں آپ کی یہ بات اس کتاب کی تصنیف سے پہلے سن لیتا تو میں اس کو کبھی نہ لکھتا۔

اس قسم کی تاویلات صوفیاء کی شریعت کی نا سمجھی اور کم علمی پر دلالت ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ علم جرح و تعدیل کی اہمیت کا ان کو پتہ نہیں کہ اس علم نے حدیث کی کتنی خدمت کی ہے۔

6۔ اس طرح کی تاویلات صوفیاء نے توحید کے باب میں بھی بہت کی ہیں :

ایک دن شبلی[29] سے ایک نوجوان نے پوچھا۔ اے ابو بکر ! آپ "اللہ" کیوں کہتے ہیں اور "لاالہ الا اللہ" نہیں کہتے ؟ تو اس نے جواب دیا مجھے شرم آتی ہے کہ میں نفی کے بعد اثبات کا ذکر کروں۔ نوجوان نے کہا میں اس سے زیادہ مضبوط دلیل چاہتا ہوں اس نے کہا، مجھے ڈر لگتا ہے کہ کلمہ وجود کی موجودگی پر میری پکڑ ہو حالاں کہ کلمہ اقرار کی کوئی اصل نہیں۔

ابن الجوزی امام شبلی کے اس موقف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہیں کہ اس علم کی گہرائی کو دیکھو کہ نبی کریم ﷺ لاالہ الا اللہ پڑھنے کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔ روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر نماز کے بعد یہ کہتے تھے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ"

7۔ ابن تیمیہ نے بھی صوفیاء کی طرح تاویلات کی ہیں۔ لیکن اس کی تاویل میں ایک گہرا فہم اور شریعت کے مقاصد کو سامنے رکھ کر کی ہے ابن القیم الجوزیہ فرماتے ہیں :

"کہ میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنا ہے کہ (ایاك نعبد) ریا کا خاتمہ کرتا ہے اور (ایاك نستعین) تکبر کا". [30]

ابن القیم اس پر لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب ایاک نعبد سے ریا اور ایاک نستعین سے تکبر کی بیماری سے شفا مل جاتی ہے اس طرح اھدنا الصراط المستقیم سے جہالت اور گمراہی کی بیماری سے نجات مل جاتی ہے تو عافیت کا لباس پہن کر انعام یافتہ لوگوں میں شامل ہو جاتے ہیں اور مفسدین کے گروہ سے نکل جاتے ہیں۔

جب صوفی زہد، تقویٰ اور ہر حالت میں اور ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہو جو کہ یہ شیوہ پیغمبروں اور ان کے اصحاب اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے تو جب یہ لوگ قرآن کریم کی آیات کی تاویلات کرتے ہیں تو ان پر کچھ مخفی علوم و اشارات وارد ہوتے ہیں جو اس کی تفسیر میں اس کا اظہار کرتے ہیں، اس کی تائید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور فیض سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے عطا فرماتے ہیں، حدیث میں آتا ہے

اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله[31]

مومن کی فراست سے بچو کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ[32]

بلا شبہ بصیرت والوں کے لیے اس میں بہت سے نشانیاں ہیں.

سچی فراست ہی سے اللہ تعالیٰ اپنے منتخب بندوں کو اپنے علم سے نوازتے ہیں کیوں کہ یہ ایمان کے مقامات میں سے ہے، اس معنی میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

اہلِ ایمان پر دنیاوی اور کائناتی امور منکشف ہو جاتے ہیں جیسے کائنات میں حوادث کا علم، اس طرح دینی امور میں بھی جیسے شرعی علوم، اس میں فراست، الہام اور سمجھ بوجھ وغیرہ داخل ہوتے ہیں جس کو کشف کا نام دیا جاتا ہے۔[33]

تاویل کی شرائط وضوابط

درجہ بالا حقائق کی روشنی میں علماء نے نصوص کی تاویل کے لیے چند شرائط و ضوابط مقرر کی ہیں تا کہ تاویلات کی گمراہی سے بچ جائیں، یہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ جس نص کی تاویل کرنی مقصود ہو وہ عربی لغت کے ظاہری الفاظ سے متصادم نہ ہو۔ کیوں کہ نصوص ساری عربی زبان میں ہی میں نازل ہوئی ہیں، امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں" کہ قرآن کریم عربوں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اس لیے عربوں کی زبان اور قواعد سے ہٹ کر قرآن کی تشریح جائز نہیں"۔[34]

2۔ کوئی بھی تاویل دیگر نصوص شریعہ کی متضاد نہ ہو۔

3۔ کوئی بھی تاویل نص قرآنی کے ظاہری معنی سے ہٹ کر نہ ہو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری الفاظ کے مفہوم پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس ظاہری معنی سے اگر نکل جائے تو باطل آراء میں پڑنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور نفس پرست اور اہلِ باطل کے لیے قرآن کریم میں تحریف اور تبدیلی کے لیے دروازے کھل جائیں گے۔

4۔ کوئی بھی تاویل باطنی فرقوں کی تاویلات سے متفق نہ ہو یا ان کے طریقہ پر نہ ہو۔

مندرجہ بالا شرائط سے ہٹ کر تاویل کرنا باطنی فرقوں کا شیوہ ہوتا ہے جو کبھی کبھی نص کے ظاہری معنی کو موخر کر کے باطنی معنی کو مقدم کرتے ہیں جس سے لغت اور شریعت کے حدود کو پار کیا جاتا ہے۔

خلاصہ بحث

محقق اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ تاویل کی دو قسمیں ہیں:

1۔ ایک تاویل دین اور اعتقاد میں فساد اور فتنہ کے لیے ہوتی ہے یہ ان لوگوں کا طریقہ کار ہوتا ہے جو خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ان کا طریقہ کار نصوص کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ وہ محکمات کو چھوڑتے ہیں اور متشابہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور اپنے عقائد اور خواہشات کے مطابق تاویل کرتے ہیں۔

2۔ دوسرے قسم کی تاویل اہل علم اور باکمال لوگوں کی ہوتی ہے جو علوم الٰہیہ میں مہارت رکھتے ہوں، اور ہدایت یافتہ طبقہ سے تعلق رکھنے والے راسخ العقیدہ علماء ہوتے ہیں۔ نصوص میں ان کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ وہ محکمات کو بنیادی حیثیت دیتے ہیں جب کہ متشابہات کو فروعات میں ثانوی حیثیت کا درجہ دیتے ہیں. اور ان دونوں کا ایک مناسب جوڑ بتاتے ہیں جس سے ان کی تاویل ظاہری نصوص اور معانی سے متصادم نہیں ہوتی۔

اس لئے سورۃ آل عمران کی آیت کے مطابق پہلی قسم کے ساتھ اہلِ علم و معرفت کا تعلق نہیں ہوتا، جب کہ دوسری قسم کے ساتھ ان کا معاملہ درست رہتا ہےاور اس طرح نصوص کے مؤولہ معانی اور ظاہری معانی میں انسجام اور مطابقت، کمال ایمان اور عرفان کی واضح دلیل ہے۔

ساتھ یہ بھی کہ اہلِ علم عصر حاضر میں حکم لگانے سے پہلے ہر نص کے تاویل شدہ معنی کو سامنے رکھ کر مذکورہ اقسام پر پرکھے، اگر قسم اول سے اس کا تعلق ہے تو اس کا ترک کرنا واجب ہے اور اگر دوسری قسم سے اس کا تعلق ہو تو اس کی وضاحت کرکے عوام الناس کو بھی بتائیں تاکہ باطنی فرقوں اور گمراہ لوگوں کی پہچان ہو جائےاور راسخ العقیدہ ظاہری اور باطنی علوم پر دسترس رکھنے والے حضرات علماء اپنے فرائض منصبی سے عہدہ براء بھی ہوں۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ الحجر 9:15
2۔ آل عمران 7:2
3۔ آراے نیکلسن Reynold A.Nicholson, (1285 — 1364ھ/1868-1945ء)،: متصوفو الاسلام، التاریخ الأدبی للعرب، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام
4- نیکلسن، ترجمہ عربی: ابوالوفا عفیفی، فی التصوف الاسلامی وتاریخہ، اسکندریہ، مصر، 1946ء، ص76
5۔ الغزالی، امام محمد، قانون التاویل۔ط: قاہرہ۔ 1940ء، ص6
6۔ لقمان 20:31
7- ایران کے مشہور صوفی، فقیہ اور محدث جن کا پورا نام شیخ ابو نصر عبداللہ بن علی سراج طوسی متوفی 378ھ/988ء) ہے۔ انہیں طاؤس الفقراء اور صاحب اللمع کہا جاتا ہے آپ نے زہد و پارسائی میں بہت شہرت حاصل کی۔ تصانیف: 'کتاب اللمع فی التصوف' جو عربی زبان میں ہے علم تصوف پر لکھی گئی سب سے پہلی مکمل کتاب ہےاور اس کا ملخص انگریزی ترجمہ مشہور انگریزی مستشرق رینلڈ ایلن نکلسن نے اپنے مقدمہ کے ساتھ 1914ء میں شائع کیا۔ اس میں صوفیاء کے اصول اور مشائخ کے اقوال واشعار کی تشریح شامل ہے۔ اردو ترجمہ سید اسرار بخاری نے کیا جس کے ناشر تصوف فاؤنڈیشن، لاہور ہیں۔
8۔ الطوسی، سراج الدین، کتاب اللمع، مصر، دار الکتب الحدیثہ، 1960ء، ص 44
9۔ نسآء 83:4
10۔ الطوسی، سراج الدین، کتاب اللمع، ص 44
11۔ عبدالرزاق جمال الدین بن احمد کمال الدین ابن ابی الغنائم محمد الکاشانی او الکاشی او القاشانی (توفی نحو 730ھ/ نحو 1330م) صوفی شیعی. تالیفات: «کشف الوجوه الغر»،«اصطلاحات الصوفية» - تحقيق مستشرق اشبر نجر ،«شرح منازل السائرين» ،«شرح فصوص الحكم لابن عربی» ،تأویلات القرآن
12۔ یٰسین 13:36 تا 17

13- محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی، ابو طالب المکی (وفات 386ھ-/996م) واعظ زاہد، فقیہ صاحب کتاب: **قوت القلوب فی معاملة المحبوب ووصف طریق المرید إلی مقام التوحید**

- المکی، محمد ابوطالب، قوت القلوب۔ ص: 1 تا 119، ط 1، مصر، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1381ھ

15- سہل بن عبد اللہ بن یونس بن عیسی بن عبد اللہ بن رفیع التُّستری تستر البصرة (200-283 ہ). صوفی اور فقیہ.

16- البقرہ 2:22

17- ابن جوزی، جوزی یا الجوزیہ کے ناموں سے درج ذیل شخصیات معروف ہیں: ابو الفرج ابن جوزی، مورخ و حنبلی فقیہ اور سبط ابن جوزی کے نانا۔ تلبیس ابلیس کے مصنف۔ ابن قیم، ابن تیمیہ کے معروف شاگرد اور معروف کتاب زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین کے مصنف۔

18- الاعلیٰ 87:6

19- سید الطائفہ جنید بن محمد بن جنید بغدادی (220-297ھ-) صوفیائے کرام کے سربراہ اور اس میدان کے شاہسواروں میں شامل ہیں۔ اہل علم نے جنید بغدادی کے بارے میں اچھے الفاظ استعمال کیے ہیں: حافظ ابو نعیم کہتے ہیں: "جنید ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے شرعی علم کو مضبوط بنایا" (حلیۃ الأولیاء "281/13)، ابن تیمیہ کہتے ہیں: "جنید بغدادی کتاب وسنت کے شیدائی تھے آپ اہل معرفت میں سے ہیں" (مجموع الفتاوی "126/5)

20- ابن الجوزی، تلبیس ابلیس، ط 1، بیروت، لبنان، دار الفکر، 2001ء، ص 331

21- ابو عبد الرحمٰن سلمی بروز منگل، 10 جمادی الآخرہ 325ھ 937ء-412ھ، 1012ء کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ تفسیر اور تصوف کے بڑے امام تھے، اس نے تفسیر، تصوف اور اسماء الرجال میں متعدد کتابیں لکھیں۔

22- ابن الجوزی، تلبیس ابلیس: ص 331

23- آل عمران 3:97

24- ابو الحسین احمد بن محمد بن محمد المعروف بہ شیخ ابو الحسین نوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: 295ھ/907ء) بغداد میں پیدا ہوئے شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ سلسلہ نوریہ آپ سے منسوب ہے۔ آپ کی تعلیمات سلسلہ جنیدیہ سے ملتی جلتی ہیں۔ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ آپ کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔

25- ابن الجوزی، تلبیس ابلیس: ص 331

26- ابو تراب عسکر ابن حصین النخشبی (ت 245ھ) خراسان کے ایک سنی عالم اور تصوف کے سرداروں میں شمار کیا ہے

27- إبو محمد عبد الرحمٰن بن محمد بن إدریس بن المنذر بن داود بن مہران التمیمی الحنظلی الرازی. ا(240ھ-- 327ھ-) المعروف بابن إبی حاتم. الإمام المحدث الحافظ.

28- إبو یعقوب یوسف بن الحسین الرازی صوفی، (ت 204)

29- شیخ ابو بکر شبلی (247ھ-334ھ) جنید بغدادی کے شاگرد رشید تھے۔ کنیت ابو بکر لقب شبلی تھا آپ کا پورا نام دلف بن جحدر خراسانی تھا۔ بعض مؤرخین آپ کا نام جعفر بن یونس بتاتے ہیں کیونکہ یہی نام آپ کے سنگ تربت پر کندہ تھا۔ ”شبلہ“ نام کا ایک گاؤں ماوراء النہر علاقے میں وادی فرغانہ میں تھا، آپ کے خاندان کا اسی گاؤں سے تعلق تھا۔ اسی لیے آپ شبلی کہلائے۔

30- ابن القیم الجوزیہ۔ مدارج السالکین، دار الکتاب العربی، 1423ھ، ج 1 ص 154

31- الطبرانی، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیۃ، 2008، ج 8، ص 121

32- الحجر 15:75

33- ابن تیمیہ، تقی الدین، مجموعۃ الرسائل والمسائل، تحقیق محمد رشید رضا۔ ط 1، القاہرہ، مطبعۃ المنارة، ص 9

34- الرازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، بیروت، دار الفکر، 1401ء، ج 1، ص 163